QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ابراہیمی مذاہب میں مشترک اخلاقی اقدار اور عالمی امن کا قیام: ایک موضوعاتی مطالعہ

Shared Moral Values and the Establishment of Global Peace in the Abrahamic Religions: A Thematic Study

1. Hafiz Muhammad Saleem
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan.
2. Ali Rizwan
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan.
3. Dr. Zahid Lateef
Chairman, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan.

Abstract

The establishment of global peace remains one of the most significant challenges confronting contemporary humanity. Despite remarkable advances in science, technology, communication, international law, and human rights, the modern world continues to experience wars, religious and ethnic conflicts, extremism, violence, discrimination, social injustice, and growing polarization. In this context, the moral teachings of the Abrahamic religions—Islam, Judaism, and Christianity—offer significant ethical resources for promoting peaceful coexistence and constructive human relations. This study explores the shared moral values found within these religious traditions and examines their potential contribution to the establishment of global peace. Employing a thematic and comparative approach, the research focuses on justice and fairness, mercy and forgiveness, human compassion, truthfulness, trustworthiness, human dignity, religious tolerance, peaceful coexistence, reconciliation, and conflict resolution. The study argues that, despite their theological and doctrinal distinctions, the Abrahamic religions possess significant areas of ethical convergence that can provide a common moral framework for interreligious dialogue and cooperation. Particular attention is given to the practical relevance of these shared values in addressing contemporary challenges such as extremism, hatred, violence, social fragmentation, religious intolerance, and intercultural tensions. The research further examines how these ethical principles can strengthen social harmony, facilitate interfaith and intercultural dialogue, and encourage cooperation among religious communities at local and global levels. It concludes that the effective application of shared moral values, while respecting the distinctive theological identities of each religious tradition, can contribute meaningfully to conflict transformation, mutual respect, social justice, and sustainable global peace. Thus, the ethical common ground among the Abrahamic religions represents an important resource for developing peaceful, inclusive, and cooperative societies in the contemporary world.

Keywords: *Abrahamic Religions, Shared Moral Values, Global Peace, Justice, Human Dignity, Religious Tolerance, Peaceful Coexistence, Interfaith Dialogue, Conflict Resolution*

تمہید

عالمی امن کا قیام عصرِ حاضر کے اہم ترین انسانی مسائل میں شمار ہوتا ہے۔ سائنسی و تکنیکی ترقی، جدید مواصلاتی ذرائع، بین الاقوامی اداروں اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدوں کے باوجود دنیا آج بھی جنگوں، سیاسی تنازعات، مذہبی و نسلی کشیدگی، انتہاپسندی، دہشت گردی، معاشرتی ناانصافی، نفرت انگیزی اور انسانی حقوق کی پامالی جیسے سنگین مسائل سے دوچار ہے۔ ان حالات میں یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ محض سیاسی معاہدے، قانونی ضوابط اور ریاستی اقدامات دیرپا امن کے قیام کے لیے کافی نہیں، بلکہ ایسے مضبوط اخلاقی اصولوں کی بھی ضرورت ہے جو انسان کے فکر و کردار اور انفرادی و اجتماعی رویوں میں مثبت تبدیلی پیدا کر سکیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اس تناظر میں ابراہیمی مذاہب، بالخصوص اسلام، یہودیت اور مسیحیت کی اخلاقی تعلیمات غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان مذاہب کے درمیان اعتقادی اور مذہبی اختلافات کے باوجود عدل و انصاف، رحم و شفقت، عفو و درگزر، صدق و امانت، انسانی وقار، رواداری، مصالحت اور امن پسندی جیسی متعدد بنیادی اخلاقی اقدار مشترک ہیں۔ زیرِ نظر مطالعے میں انہی مشترک اخلاقی اقدار کا موضوعاتی اور تقابلی جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ یہ اقدار عالمی امن، مذہبی رواداری، بقائے باہمی، تنازعات کے پرامن حل اور بین الثقافتی تعاون کے فروغ میں کس طرح مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اس مطالعے کا مقصد ابراہیمی مذاہب کے اعتقادی امتیازات کو نظر انداز کرنا نہیں، بلکہ ان مشترک اخلاقی بنیادوں کو نمایاں کرنا ہے جو مختلف مذہبی معاشروں کے درمیان تعمیری مکالمے، باہمی احترام اور پائیدار امن کے لیے معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

مبحث اول: ابراہیمی مذاہب میں مشترک اخلاقی اقدار کا تصور

ابراہیمی مذاہب کی اخلاقی تعلیمات کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ انسان کی انفرادی اصلاح کے ساتھ ایک عادلانہ اور پُرامن معاشرے کی تشکیل بھی ان مذہبی روایات کا اہم موضوع ہے۔ اسلام، یہودیت اور مسیحیت میں اخلاق کو محض شخصی کردار تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اسے انسانی حقوق، معاشرتی ذمہ داریوں اور باہمی تعلقات سے مربوط کیا گیا ہے۔ عدل و انصاف حقوق کے تحفظ کی بنیاد فراہم کرتے ہیں، رحم اور عفو انسانی تعلقات میں نرمی پیدا کرتے ہیں، جبکہ صدق، امانت اور دیانت معاشرتی اعتماد کو مضبوط بناتے ہیں۔ اس مبحث میں انہی مشترک اخلاقی اقدار کا موضوعاتی و تقابلی مطالعہ کیا جائے گا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ مختلف مذہبی روایات میں موجود یہ اخلاقی مشترکات کس طرح ایک ایسی مشترک اخلاقی بنیاد تشکیل دے سکتی ہیں جو باہمی احترام، سماجی ہم آہنگی اور پرامن بقائے باہمی کے فروغ میں معاون ہو۔

1۔ عدل و انصاف بطور مشترک اخلاقی قدر

عدل انسانی معاشرے کی بنیادی اخلاقی ضرورت اور پائیدار امن کی ناگزیر شرط ہے۔ اسلام، یہودیت اور مسیحیت کی تعلیمات میں عدل کو محض قانونی اصول نہیں بلکہ ایک ایسی اخلاقی ذمہ داری کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کا تعلق انسان کے ذاتی کردار، اجتماعی معاملات اور دوسروں کے حقوق سے ہے۔ جہاں انصاف کمزور ہوتا ہے وہاں محرومی، عدم اعتماد اور تصادم جنم لیتے ہیں، جبکہ عادلانہ نظام افراد اور معاشرتی گروہوں کے درمیان اعتماد اور استحکام پیدا کرتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ بِٱلۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوۡ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۡ أَوِ ٱلۡوَٰلِدَيۡنِ وَٱلۡأَقۡرَبِينَ﴾[1]

ترجمہ " : اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو، خواہ یہ گواہی خود تمہارے اپنے، والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔"

یہ قرآنی تعلیم عدل کو ذاتی مفاد، خاندانی وابستگی اور گروہی عصبیت سے بلند کرتی ہے۔ اسلامی تصور میں حقیقی انصاف وہ ہے جسے انسان اپنے مفادات کے خلاف بھی قائم رکھنے کے لیے تیار ہو۔ یہ اصول فرد سے لے کر ریاست تک ہر سطح پر غیر جانب داری کا تقاضا کرتا ہے اور مذہبی، نسلی یا سماجی وابستگی کو ناانصافی کا جواز بننے سے روکتا ہے۔

یہودی مذہبی روایت میں عدل کی اہمیت نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

"Justice, justice shall you pursue."[2]

ترجمہ " : انصاف، ہاں انصاف ہی کی پیروی کرو۔"

یہ تعلیم عدل کو محض ایک نظری تصور کے بجائے مسلسل عملی جدوجہد کے طور پر پیش کرتی ہے۔ یہاں انصاف کے وجود کو تسلیم کرنا کافی نہیں، بلکہ فرد اور معاشرے کو اس کے حصول اور قیام کے لیے فعال کردار ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یوں یہودی اخلاقی روایت میں عدل ایک زندہ سماجی ذمہ داری کی صورت اختیار کرتا ہے۔

مسیحی مذہبی روایت میں بھی عدل کو بنیادی اخلاقی ذمہ داریوں میں نمایاں مقام حاصل ہے:

"But you have neglected the more important matters of the law—justice, mercy and faithfulness."[3]

ترجمہ " : لیکن تم نے شریعت کے زیادہ اہم امور، یعنی انصاف، رحم اور وفاداری کو نظر انداز کر دیا۔"

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

یہ تعلیم اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ مذہبی زندگی کا حقیقی معیار صرف ظاہری رسوم کی پابندی نہیں، بلکہ عدل، رحم اور وفاداری جیسی بنیادی اخلاقی اقدار کو عملی زندگی میں اختیار کرنا بھی ہے۔ یہاں عدل کو رحم اور وفاداری کے ساتھ بیان کرنا اس کے انسانی اور اخلاقی پہلو کو مزید وسعت دیتا ہے۔

اسلام، یہودیت اور مسیحیت کی ان تعلیمات کا موضوعاتی و تقابلی مطالعہ واضح کرتا ہے کہ عدل تینوں ابراہیمی مذاہب میں ایک بنیادی مشترک اخلاقی قدر کی حیثیت رکھتا ہے، تاہم ہر مذہبی روایت اس کے ایک منفرد پہلو کو نمایاں کرتی ہے۔ قرآنِ مجید عدل کو ذاتی مفاد، خاندانی تعلق اور گروہی وابستگی سے بالاتر کرکے غیر جانب دار اخلاقی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ یہودی روایت انصاف کے محض اعتراف کے بجائے اس کے فعال تعاقب اور عملی قیام پر زور دیتی ہے، جبکہ مسیحی تعلیم عدل کو رحم اور وفاداری کے ساتھ مربوط کرکے اس کے انسانی پہلو کو نمایاں کرتی ہے۔ ان زاویوں کو یکجا کیا جائے تو عدل کا ایک جامع تصور سامنے آتا ہے جو غیر جانب داری، عملی جدوجہد، انسانی ہمدردی اور اخلاقی ذمہ داری پر قائم ہے۔

عالمی امن کے تناظر میں اس مشترک قدر کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ عصرِ حاضر کے متعدد سیاسی، نسلی، مذہبی اور سماجی تنازعات کے پس منظر میں کسی نہ کسی نوعیت کی ناانصافی موجود ہوتی ہے۔ سیاسی استحصال، معاشی عدم مساوات، نسلی امتیاز، مذہبی تفریق، انسانی حقوق کی پامالی اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم معاشروں میں احساسِ محرومی پیدا کرکے تشدد اور تصادم کو فروغ دے سکتی ہے۔ اس لیے پائیدار امن محض جنگ بندی یا سیاسی معاہدوں سے حاصل نہیں ہو سکتا، بلکہ ان بنیادی ناانصافیوں کا ازالہ بھی ضروری ہے جو تنازعات کو جنم دیتی ہیں۔

بین المذاہب تعلقات میں بھی عدل کا اصول غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی مذہبی یا سماجی گروہ اپنے لیے مذہبی آزادی، شہری حقوق اور مساوی مواقع کا مطالبہ کرے لیکن دوسرے گروہوں کو انہی حقوق کا مستحق تسلیم نہ کرے تو حقیقی بقائے باہمی قائم نہیں ہو سکتی۔ ابراہیمی مذاہب کا مشترک تصورِ عدل انسان کو اپنے ہم مذہب افراد کے ساتھ ہی نہیں بلکہ مختلف مذہبی شناخت رکھنے والے انسانوں کے ساتھ بھی منصفانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یوں عدل ایک انفرادی اخلاقی خوبی سے آگے بڑھ کر سماجی استحکام، بین المذاہب اعتماد اور عالمی امن کے قیام کا بنیادی اصول بن جاتا ہے۔

2۔ رحم، عفو و درگزر اور انسانی ہمدردی

رحم، عفو و درگزر اور انسانی ہمدردی ابراہیمی مذاہب کی مشترک اخلاقی تعلیمات میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اقدار انسان کو انتقام، نفرت اور سخت گیری کے بجائے دوسروں کے دکھ کو محسوس کرنے، خطاؤں سے درگزر کرنے اور ضرورت مندوں کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ اپنانے کی ترغیب دیتی ہیں۔ معاشرتی اور عالمی سطح پر ان اقدار کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ بہت سے تنازعات باہمی نفرت، انتقامی جذبات اور ماضی کی تلخیوں کے مسلسل تسلسل کے نتیجے میں شدت اختیار کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید عفو و درگزر کو محض اخلاقی خوبی کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ اسے اصلاحِ تعلقات سے مربوط کرتا ہے:

﴿وَجَزَٰٓؤُاْ سَيِّئَةٖ سَيِّئَةٞ مِّثۡلُهَاۖ فَمَنۡ عَفَا وَأَصۡلَحَ فَأَجۡرُهُۥ عَلَى ٱللَّهِۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾[4]

ترجمہ" : اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے، پھر جو شخص معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، بے شک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔"

اس تعلیم میں قابلِ توجہ پہلو یہ ہے کہ عفو کے ساتھ اصلاح کو وابستہ کیا گیا ہے۔ اس طرح معافی کا مقصد محض خطا کو نظر انداز کرنا نہیں بلکہ ایسے حالات پیدا کرنا بھی ہے جن سے باہمی تعلقات بہتر ہوں اور تنازع دوبارہ پیدا نہ ہو۔ یہ تصور امن سازی کے جدید مباحث میں مصالحت اور تعلقات کی بحالی کے اصول سے گہری مناسبت رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ.«[5]

ترجمہ" : صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کو معاف کرنے کی وجہ سے عزت ہی میں بڑھاتا ہے، اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلند فرماتا ہے۔"

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

یہ حدیث عفو کو کمزوری کے بجائے عزت اور اخلاقی قوت سے تعبیر کرتی ہے۔ انسانی معاشروں میں انتقام کو بعض اوقات طاقت کی علامت سمجھا جاتا ہے، لیکن نبوی تعلیم کے مطابق قدرت رکھنے کے باوجود معاف کرنا انسان کے اخلاقی مرتبے کو بلند کرتا ہے۔ یہی رویہ ذاتی اختلافات سے لے کر اجتماعی تنازعات تک کشیدگی کو کم کرنے میں معاون ہو سکتا ہے۔

مسیحی روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تعلیم میں رحم کو انسانی طرزِ عمل کا بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے:

"Be merciful, just as your Father is merciful."[6]

ترجمہ ": رحم کرنے والے بنو، جس طرح تمہارا باپ رحم کرنے والا ہے۔"

یہ تعلیم رحم کو محض وقتی جذباتی کیفیت کے بجائے مستقل اخلاقی رویے کی حیثیت دیتی ہے۔ اس تصور کے مطابق انسان سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں شفقت، نرمی اور دوسروں کی کمزوریوں کے بارے میں ہمدردانہ رویہ اختیار کرے۔ اس طرح رحم انسانی تعلقات میں سختی اور مخاصمت کو کم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

یہودی مذہبی روایت میں بھی محبت اور انسانی تعلقات کی اصلاح کو نمایاں اہمیت حاصل ہے:

"You shall not take vengeance or bear a grudge against the sons of your own people, but you shall love your neighbor as yourself."[7]

ترجمہ ": تم انتقام نہ لینا اور اپنی قوم کے لوگوں کے خلاف دل میں کینہ نہ رکھنا، بلکہ اپنے پڑوسی سے اپنے جیسی محبت کرنا۔"

اس تعلیم میں انتقام اور کینہ سے اجتناب کو محبت کے مثبت اصول کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرامن معاشرتی تعلقات کے لیے صرف تشدد سے اجتناب کافی نہیں، بلکہ دلوں سے دشمنی ختم کر کے خیر خواہی اور محبت پر مبنی تعلقات کی تشکیل بھی ضروری ہے۔

رحم، عفو اور انسانی ہمدردی کے حوالے سے ابراہیمی مذاہب کی ان تعلیمات میں ایک نمایاں اخلاقی اشتراک دکھائی دیتا ہے۔ اسلامی تعلیم میں عفو کو اصلاح کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے، جس سے یہ تصور سامنے آتا ہے کہ حقیقی معافی وہ ہے جو تنازع کے خاتمے اور تعلقات کی بحالی کا ذریعہ بنے۔ نبوی تعلیم معاف کرنے کو عزت اور اخلاقی بلندی قرار دیتی ہے، جبکہ مسیحی روایت رحم کو مستقل انسانی رویے کے طور پر پیش کرتی ہے۔ اسی طرح یہودی روایت انتقام اور کینہ کے مقابلے میں محبت اور خیر خواہی کو ترجیح دیتی ہے۔ ان تصورات کا مجموعی مطالعہ واضح کرتا ہے کہ ابراہیمی اخلاقیات میں امن کا تصور محض ظاہری تصادم کی عدم موجودگی تک محدود نہیں، بلکہ انسانی دل اور رویے کی تبدیلی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح انسانی ہمدردی مذہبی اور قومی سرحدوں سے بالاتر ہو کر انسانوں کو ایک دوسرے کے دکھ اور مشکلات سے وابستہ کرتی ہے۔ جنگ، نقل مکانی، غربت اور قدرتی آفات جیسے حالات میں اگر مذہبی برادریاں اپنی مشترک اخلاقی تعلیمات کی بنیاد پر متاثرہ انسانوں کی بلاامتیاز مدد کریں تو مذہب تقسیم کے بجائے تعاون اور امن کا مؤثر وسیلہ بن سکتا ہے۔ یوں رحم، عفو اور انسانی ہمدردی انفرادی اخلاقی اوصاف سے آگے بڑھ کر بین المذاہب اعتماد، سماجی مصالحت اور عالمی امن کے لیے عملی اخلاقی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

3۔ صدق، امانت اور دیانت داری کے اصول

صدق، امانت اور دیانت داری کسی بھی مستحکم معاشرے کے بنیادی اخلاقی ستون ہیں۔ انسانی تعلقات، تجارتی معاملات، سیاسی نظام اور بین الاقوامی روابط اسی وقت مضبوط ہو سکتے ہیں جب افراد اور اداروں کے درمیان باہمی اعتماد موجود ہو۔ اسلام، یہودیت اور مسیحیت کی اخلاقی تعلیمات میں سچائی اختیار کرنے، جھوٹ اور فریب سے اجتناب کرنے اور سپرد کردہ ذمہ داریوں کو دیانت کے ساتھ ادا کرنے پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ یہ مشترک اقدار فرد کی کردار سازی کے ساتھ اجتماعی اعتماد اور پُرامن معاشرتی تعلقات کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔

قرآنِ مجید میں امانت اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کے متعلق ارشاد ہے:

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعَۢا بَصِيرٗا﴾[8]

ترجمہ" : بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں نہایت اچھی نصیحت کرتا ہے، یقیناً اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔"

یہ قرآنی تعلیم امانت کو محض مالی اشیاء کی حفاظت تک محدود نہیں رکھتی بلکہ ذمہ داری اور حقوق کی ادائیگی کے وسیع تصور کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اجتماعی سطح پر عہدے، اختیارات اور عوامی ذمہ داریاں بھی امانت کے مفہوم میں شامل ہوتی ہیں۔ اس بنا پر امانت داری ایک ایسے معاشرتی نظام کی بنیاد بنتی ہے جس میں حقوق کی حفاظت اور ذمہ داریوں کی دیانت دارانہ ادائیگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہو۔

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ.»[9]

ترجمہ" : تم سچائی کو لازم پکڑو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔"

اس نبوی تعلیم میں صدق کو ایک ایسی بنیادی اخلاقی قدر قرار دیا گیا ہے جو انسان کے مجموعی کردار کو نیکی کی سمت متعین کرتی ہے۔ سچائی صرف زبان کی درستی کا نام نہیں بلکہ نیت، قول اور عمل میں مطابقت کا تقاضا کرتی ہے۔ یہی داخلی و خارجی یکسانیت معاشرتی سطح پر اعتماد کو فروغ دیتی ہے۔

یہودی مذہبی روایت میں جھوٹ اور فریب سے اجتناب کی واضح تعلیم دی گئی ہے:

"You shall not steal; you shall not deal falsely; you shall not lie to one another."[10]

ترجمہ" : تم چوری نہ کرو، ایک دوسرے کے ساتھ فریب نہ کرو اور ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولو۔"

اس تعلیم میں چوری، فریب اور جھوٹ کو ایک ہی اخلاقی تناظر میں بیان کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ دیانت داری کا تعلق صرف زبان سے نہیں بلکہ انسانی معاملات کے پورے نظام سے ہے۔ دوسرے انسان کے مال، حق یا اعتماد کو نقصان پہنچانا اخلاقی دیانت کے منافی قرار پاتا ہے۔ اس طرح سچائی معاشرتی اور اقتصادی معاملات کی شفافیت کے ساتھ مربوط ہو جاتی ہے۔

مسیحی مذہبی روایت میں بھی باہمی تعلقات میں سچائی اختیار کرنے کی تعلیم ملتی ہے:

"Therefore each of you must put off falsehood and speak truthfully to your neighbor, for we are all members of one body."[11]

ترجمہ" : پس تم میں سے ہر ایک جھوٹ کو ترک کرے اور اپنے پڑوسی سے سچ بولے، کیونکہ ہم سب ایک دوسرے کے اعضا ہیں۔"

یہ تعلیم صدق کو اجتماعی تعلق اور باہمی وابستگی کے ساتھ مربوط کرتی ہے۔ جب معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے وابستہ ہوں تو ایک شخص کا جھوٹ یا فریب صرف ایک فرد کو متاثر نہیں کرتا بلکہ مجموعی معاشرتی اعتماد کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی لیے سچائی کو صحت مند اجتماعی زندگی کی بنیادی ضرورت قرار دیا گیا ہے۔

ابراہیمی مذاہب میں صدق، امانت اور دیانت داری کی ان تعلیمات کا تقابلی مطالعہ ایک مضبوط اخلاقی اشتراک کو نمایاں کرتا ہے۔ اسلامی تعلیم میں امانت کو حقوق اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ جوڑا گیا ہے، جبکہ نبوی تعلیم صدق کو انسان کی مجموعی اخلاقی اصلاح اور نیکی کی بنیاد قرار دیتی ہے۔ یہودی روایت جھوٹ، فریب اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی کو باہم مربوط اخلاقی برائیاں قرار دیتی ہے، جبکہ مسیحی تعلیم سچائی کو انسانی باہمی وابستگی اور اجتماعی ذمہ داری سے منسلک کرتی ہے۔ یوں تینوں مذہبی روایات اس اصول پر متفق دکھائی دیتی ہیں کہ انسانی تعلقات میں اعتماد اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک قول اور عمل میں سچائی اور معاملات میں امانت و دیانت موجود نہ ہو۔

مبحث دوم: ابراہیمی مذاہب میں عالمی امن کے بنیادی اخلاقی اصول

ابراہیمی مذاہب کی اخلاقی تعلیمات انفرادی کردار سازی کے ساتھ ایسے اصول بھی فراہم کرتی ہیں جو مختلف مذہبی، نسلی اور ثقافتی گروہوں کے درمیان پرامن تعلقات کے قیام میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ انسانی وقار کا احترام، مذہبی اختلاف کے باوجود بقائے باہمی، رواداری، مکالمہ، مصالحت اور تنازعات کا پرامن حل ان تعلیمات کے اہم

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

پہلو ہیں۔ عصرِ حاضر میں مذہبی و نسلی کشیدگی اور بڑھتی ہوئی سماجی تقسیم کے تناظر میں ان مشترک اصولوں کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اس مبحث میں انسانی وقار اور احترامِ انسانیت، مذہبی رواداری اور بین المذاہب تعلقات، نیز تنازعات کے حل اور امن سازی سے متعلق ابراہیمی مذاہب کی تعلیمات کا موضوعاتی و تقابلی مطالعہ کیا جائے گا، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ اخلاقی اصول عالمی سطح پر باہمی احترام، پُرامن بقائے باہمی اور دیرپا امن کے فروغ میں کس طرح مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

1۔ انسانی وقار اور احترامِ انسانیت

انسانی وقار عالمی امن کی بنیادی اخلاقی اساس ہے۔ جب انسان کی عزت و حرمت کو اس کی مذہبی، نسلی، قومی یا معاشرتی شناخت سے بالاتر ہو کر تسلیم کیا جاتا ہے تو امتیاز، تحقیر اور ظلم کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ ابراہیمی مذاہب میں انسان کو ایک باوقار مخلوق کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور انسانی جان، عزت اور بنیادی حقوق کے احترام پر زور دیا گیا ہے۔ یہی تصور مختلف مذہبی اور ثقافتی گروہوں کے درمیان مساوی انسانی احترام کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلۡنَٰهُمۡ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلۡنَٰهُمۡ عَلَىٰ كَثِيرٖ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِيلٗا﴾[12]

ترجمہ" : اور یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی، انہیں خشکی اور سمندر میں سواریاں دیں، انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں نمایاں فضیلت دی۔"

اس آیت میں تکریم کا تعلق عمومی طور پر بنی آدم سے قائم کیا گیا ہے، جو انسانی وقار کے وسیع تصور کو نمایاں کرتا ہے۔ یہ اصول اس امر کی اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ انسان کے بنیادی احترام کو مذہبی، نسلی یا سماجی اختلاف کی بنا پر مجروح نہ کیا جائے۔ عالمی امن کے لیے یہی سوچ امتیازی رویوں اور انسانیت کی تحقیر کے سدباب میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

یہودی اور مسیحی مذہبی روایت میں انسان کی تخلیق کے حوالے سے بیان ہوا ہے:

"So God created mankind in his own image, in the image of God he created them; male and female he created them."[13]

ترجمہ" : پس خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا، خدا کی صورت پر اسے پیدا کیا؛ مرد اور عورت کی صورت میں انہیں پیدا کیا۔"

یہ تصور یہودی اور مسیحی اخلاقی فکر میں انسانی عظمت اور وقار کی ایک اہم مذہبی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ انسان کی قدر و منزلت کو اس کے معاشرتی مرتبے، دولت یا نسلی وابستگی کے بجائے اس کی تخلیقی حیثیت سے وابستہ کرنا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ ہر انسانی جان کے بنیادی احترام کو تسلیم کیا جائے۔

مسیحی روایت میں انسانی تعلقات کے حوالے سے ایک جامع اخلاقی اصول یوں بیان ہوا ہے:

"So in everything, do to others what you would have them do to you."[14]

ترجمہ" : پس ہر معاملے میں دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کریں۔"

یہ تعلیم انسانی تعلقات میں باہمی احترام اور اخلاقی مساوات کا اصول پیش کرتی ہے۔ انسان اپنے لیے جس عزت، انصاف اور حسنِ سلوک کا خواہش مند ہے، اسی طرزِ عمل کو دوسروں کے لیے بھی اختیار کرے۔ اس اصول کا اطلاق مذہبی اور ثقافتی اختلافات سے بالاتر ہو کر کیا جائے تو یہ پرامن بقائے باہمی کی مضبوط بنیاد بن سکتا ہے۔

ان تعلیمات کا تقابلی جائزہ واضح کرتا ہے کہ ابراہیمی مذاہب میں انسانی وقار کا تصور مختلف مذہبی تعبیرات کے باوجود ایک اہم مشترک اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ قرآنِ مجید بنی آدم کی عمومی تکریم کو بیان کرتا ہے، جبکہ یہودی و مسیحی روایت انسان کی تخلیقی حیثیت کو اس کے وقار سے مربوط کرتی ہے۔ مسیحی اخلاقی تعلیم میں باہمی سلوک کا اصول اس تصور کو عملی انسانی تعلقات تک وسعت دیتا ہے۔ ان تعلیمات کا مشترک پہلو یہ ہے کہ انسان کو محض کسی مخصوص مذہبی، نسلی یا سماجی گروہ کا رکن سمجھنے کے بجائے بنیادی احترام کا مستحق تصور کیا جائے۔

عالمی امن کے تناظر میں انسانی وقار کی اہمیت اس لیے بنیادی ہے کہ تشدد اور بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی پامالی سے پہلے اکثر مخالف گروہ کی انسانی حیثیت کو کمتر ثابت کرنے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ نسلی تعصب، مذہبی منافرت اور نفرت انگیز بیانیے دوسرے انسانوں کو کمتر، خطرناک یا بنیادی حقوق سے محروم قرار دے کر ان کے خلاف امتیازی سلوک اور تشدد کے لیے ماحول پیدا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، اگر انسانی وقار کو ناقابلِ تنسیخ اخلاقی قدر کے طور پر تسلیم کیا جائے تو مذہبی اور ثقافتی اختلاف دشمنی کا لازمی سبب نہیں رہتا۔

عصرِ حاضر میں مہاجرین، مذہبی اقلیتوں، جنگ سے متاثرہ افراد اور معاشرتی طور پر کمزور طبقات کے حقوق کا تحفظ بھی اسی اصول کا عملی تقاضا ہے۔ عالمی امن صرف ریاستوں کے درمیان جنگ نہ ہونے کا نام نہیں، بلکہ ایسا ماحول قائم کرنا بھی ضروری ہے جہاں انسان اپنی شناخت کے باعث تحقیر، ظلم اور غیر انسانی سلوک کا شکار نہ ہو۔ ابراہیمی مذاہب کی مشترک اخلاقی تعلیمات انسانی وقار کے احترام کو بین المذاہب تعاون کا مؤثر نقطۂ آغاز بنا سکتی ہیں۔ جب مختلف مذہبی برادریاں انسانی حرمت کے تحفظ کو اپنی مشترک ذمہ داری تسلیم کرتی ہیں تو یہ رویہ امتیاز اور نفرت کے خاتمے، انسانی حقوق کے تحفظ اور ایک زیادہ عادلانہ اور پُرامن عالمی معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

2۔ مذہبی رواداری، بقائے باہمی اور بین المذاہب تعلقات

مذہبی رواداری اور پرامن بقائے باہمی ایسے کثیر مذہبی معاشروں کی بنیادی ضرورت ہیں جہاں مختلف عقائد اور مذہبی روایات سے وابستہ افراد ایک مشترک سماجی و سیاسی ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ابراہیمی مذاہب کی تعلیمات میں مذہبی اختلاف کے باوجود عدل، حسنِ سلوک، پڑوسی کے حقوق اور انسانی تعلقات کی پاسداری کے ایسے اصول موجود ہیں جو مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان مثبت اور تعمیری تعلقات کے قیام میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

قرآنِ مجید مذہبی عقیدے کے معاملے میں جبر کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ﴾[15]

ترجمہ": دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔"

یہ قرآنی اصول مذہبی عقیدے کے معاملے میں جبر کے بجائے اختیار کی اہمیت کو نمایاں کرتا ہے۔ مذہبی آزادی اور ضمیر کی آزادی پرامن بقائے باہمی کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں، کیونکہ مذہبی جبر معاشرتی کشیدگی اور ردِ عمل کا سبب بن سکتا ہے۔ اس تناظر میں یہ تعلیم مختلف مذہبی شناختوں کے ساتھ رہنے والے معاشروں کے لیے ایک اہم اخلاقی اصول فراہم کرتی ہے۔

قرآنِ مجید غیر محارب لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کی تعلیم بھی دیتا ہے:

﴿لَّا يَنۡهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمۡ يُقَٰتِلُوكُمۡ فِي ٱلدِّينِ وَلَمۡ يُخۡرِجُوكُم مِّن دِيَٰرِكُمۡ أَن تَبَرُّوهُمۡ وَتُقۡسِطُوٓاْ إِلَيۡهِمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُقۡسِطِينَ﴾[16]

ترجمہ": اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا؛ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

یہ آیت مذہبی اختلاف اور دشمنی کے درمیان واضح فرق قائم کرتی ہے۔ محض مذہبی اختلاف کسی فرد یا گروہ کے ساتھ ناانصافی اور بدسلوکی کا جواز نہیں بنتا۔ اس کے برعکس، پرامن تعلق رکھنے والوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کی تعلیم دی گئی ہے، جو کثیر مذہبی معاشروں میں مثبت شہری تعلقات کی مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔

یہودی مذہبی روایت میں اجنبی کے ساتھ حسنِ سلوک اور محبت کی تعلیم دیتے ہوئے کہا گیا ہے:

"The foreigner residing among you must be treated as your native-born. Love them as yourself."[17]

ترجمہ": تمہارے درمیان رہنے والے اجنبی کے ساتھ اپنے ہم وطن جیسا سلوک کرو اور اس سے اپنے جیسی محبت رکھو۔"

یہ تعلیم سماجی تعلقات میں اجنبیت اور گروہی امتیاز کو کم کرنے کی اخلاقی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ کسی دوسرے پس منظر سے تعلق رکھنے والے انسان کے ساتھ عزت اور محبت کا رویہ معاشرتی شمولیت کو فروغ دیتا اور ان رویوں کی نفی کرتا ہے جو مختلف شناخت رکھنے والے افراد کو معاشرے سے الگ تھلگ کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

مسیحی مذہبی روایت میں امن قائم کرنے والوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"Blessed are the peacemakers, for they will be called children of God."[18]

ترجمہ": مبارک ہیں وہ لوگ جو امن قائم کرتے ہیں، کیونکہ وہ خدا کے فرزند کہلائیں گے۔"

اس تعلیم میں امن سازی کو محض تشدد سے اجتناب تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اسے ایک فعال اخلاقی ذمہ داری کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ امن قائم کرنے والا شخص اختلاف اور تنازع کے ماحول میں تعلقات کی اصلاح اور مفاہمت کے لیے کوشش کرتا ہے۔ یہی فعال امن پسندی بین المذاہب تعلقات میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔

ابراہیمی مذاہب کی مذکورہ تعلیمات کا موضوعاتی جائزہ یہ واضح کرتا ہے کہ مذہبی رواداری کا مفہوم محض دوسرے مذہب کے وجود کو برداشت کرنے تک محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس میں انصاف، حسنِ سلوک، انسانی احترام اور تعمیری تعلقات بھی شامل ہونے چاہییں۔ اسلامی تعلیمات مذہبی جبر کی نفی کے ساتھ پرامن غیر مسلموں کے ساتھ نیکی اور انصاف کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ یہودی روایت اجنبی کے ساتھ محبت اور مساوی انسانی سلوک کی تلقین کرتی ہے، جبکہ مسیحی تعلیم امن سازی کو ایک فعال اخلاقی فضیلت قرار دیتی ہے۔ یوں ان تعلیمات سے ایک ایسا مشترک اخلاقی تصور سامنے آتا ہے جس میں مذہبی اختلاف کے باوجود انسانی تعلقات کو احترام، انصاف اور خیر خواہی کے ساتھ قائم رکھنے کی گنجائش موجود ہے۔

3۔ تنازعات کے حل، مصالحت اور امن سازی کی تعلیمات

انسانی معاشروں میں اختلافات اور تنازعات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے، لیکن ان تنازعات کو تشدد، انتقام اور دشمنی کے ذریعے حل کرنے کی کوشش دیرپا امن کے بجائے مزید کشیدگی کو جنم دیتی ہے۔ ابراہیمی مذاہب کی اخلاقی تعلیمات میں اصلاح، مصالحت، عفو، مکالمے اور امن سازی کے ایسے اصول موجود ہیں جو اختلافات کو پُرامن انداز میں حل کرنے اور متحارب فریقوں کے درمیان تعلقات کی بحالی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ قرآنِ مجید باہمی تنازعات کی صورت میں اصلاح اور مصالحت کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُواْ فَأَصْلِحُواْ بَيْنَهُمَاۖ فَإِنۢ بَغَتْ إِحْدَىٰهُمَا عَلَى ٱلْأُخْرَىٰ فَقَٰتِلُواْ ٱلَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيٓءَ إِلَىٰٓ أَمْرِ ٱللَّهِۚ فَإِن فَآءَتْ فَأَصْلِحُواْ بَيْنَهُمَا بِٱلْعَدْلِ وَ أَقْسِطُوٓاْۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ﴾[19]

ترجمہ": اور اگر اہلِ ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اس آیت میں تنازع کے حل کے لیے محض جنگ بندی کو کافی قرار نہیں دیا گیا بلکہ عدل پر مبنی مصالحت کی تاکید کی گئی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقی امن اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب تنازع کے بنیادی اسباب اور فریقین کے حقوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے منصفانہ حل تلاش کیا جائے۔ اس اعتبار سے اصلاح اور عدل ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ پائیدار امن کے باہم مربوط اصول ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ.»[20]

ترجمہ": کیا میں تمہیں روزے، نماز اور صدقے کے درجے سے بھی افضل عمل نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: باہمی تعلقات کی اصلاح، کیونکہ باہمی تعلقات کا فساد تباہ کر دینے والا ہے۔"

اس نبوی تعلیم میں باہمی مصالحت کو غیر معمولی اخلاقی اہمیت دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تعلقات میں فساد اور دشمنی صرف متعلقہ افراد کو متاثر نہیں کرتی بلکہ پورے معاشرتی ماحول کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کے برعکس، مصالحت اور تعلقات کی اصلاح سماجی استحکام اور اجتماعی امن کے فروغ کا مؤثر ذریعہ بنتی ہے۔

یہودی مذہبی روایت میں امن کی جستجو کو ایک فعال اخلاقی ذمہ داری کے طور پر بیان کیا گیا ہے:

"Depart from evil, and do good; seek peace, and pursue it."[21]

ترجمہ": برائی سے باز آؤ، نیکی کرو، امن کو تلاش کرو اور اس کے حصول کے لیے کوشش کرو۔"

اس تعلیم میں امن کو محض ایک مطلوبہ حالت کے طور پر نہیں بلکہ ایسی قدر کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کے لیے مسلسل کوشش ضروری ہے۔ "امن کی تلاش" اور "اس کے تعاقب" کا مفہوم یہ ہے کہ فرد اور معاشرہ تنازعات کو نظر انداز کرنے کے بجائے ان کے حل اور تعلقات کی اصلاح کے لیے فعال کردار ادا کریں۔

مسیحی مذہبی روایت میں بھی امن اور باہمی تعلقات کے حوالے سے تعلیم دی گئی ہے:

"If it is possible, as far as it depends on you, live at peace with everyone."[22]

ترجمہ ": اگر ممکن ہو، جہاں تک تمہارے اختیار میں ہے، سب لوگوں کے ساتھ امن سے رہو۔"

یہ تعلیم انسان کو اپنی استطاعت اور دائرۂ اختیار میں امن کے قیام کی ذمہ داری قبول کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس کا اہم پہلو یہ ہے کہ امن سازی کی ذمہ داری صرف سیاسی قیادت یا ریاستی اداروں تک محدود نہیں، بلکہ ہر فرد اپنے رویے اور تعلقات کے ذریعے امن یا کشیدگی کے فروغ میں کردار ادا کر سکتا ہے۔

ابراہیمی مذاہب کی ان تعلیمات کا تقابلی مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ تنازعات کے حل اور امن سازی کے حوالے سے ان مذہبی روایات میں متعدد مشترک اخلاقی اصول پائے جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات تنازع کی صورت میں اصلاح کے ساتھ عدل کو بنیادی شرط قرار دیتی ہیں اور نبوی تعلیم باہمی تعلقات کی اصلاح کو اعلیٰ اخلاقی عمل کے طور پر پیش کرتی ہے۔ یہودی روایت امن کے لیے فعال جستجو اور مسلسل کوشش پر زور دیتی ہے، جبکہ مسیحی تعلیم فرد کو اپنی استطاعت کے مطابق سب کے ساتھ پُرامن تعلقات قائم رکھنے کی ذمہ داری دیتی ہے۔ ان تعلیمات کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو امن محض تشدد کی عدم موجودگی نہیں رہتا بلکہ عدل، مصالحت، تعلقات کی بحالی اور فعال انسانی کوشش پر مبنی ایک جامع اخلاقی عمل بن جاتا ہے۔

مبحث سوم: عالمی امن کے قیام میں مشترک اخلاقی اقدار کی عملی افادیت

ابراہیمی مذاہب میں پائی جانے والی مشترک اخلاقی اقدار کی اہمیت صرف نظری اور مذہبی تعلیمات تک محدود نہیں، بلکہ عصرِ حاضر کے عالمی مسائل کے حل میں بھی ان کی عملی معنویت نمایاں ہے۔ عدل، رحم، انسانی وقار، صدق، رواداری، مصالحت اور امن پسندی جیسے اصول انتہاپسندی، نفرت، تشدد اور سماجی تقسیم کے مقابلے میں ایک مؤثر اخلاقی بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔ موجودہ کثیر مذہبی اور کثیر ثقافتی دنیا میں ان مشترک اقدار کو تعلیمی، سماجی اور بین المذاہب سطح پر عملی صورت دینا باہمی اعتماد اور تعاون کے فروغ کے لیے ضروری ہے۔ اس مبحث میں انتہاپسندی اور تشدد کے خاتمے، سماجی ہم آہنگی اور بین الثقافتی مکالمے کے فروغ، نیز عصرِ حاضر کے عالمی چیلنجز کے تناظر میں مشترک اخلاقی اقدار کے عملی نفاذ کا جائزہ لیا جائے گا، تاکہ عالمی امن کے قیام میں ان کی حقیقی افادیت کو واضح کیا جا سکے۔

1۔ انتہاپسندی، نفرت اور تشدد کے خاتمے میں اخلاقی اقدار کا کردار

انتہاپسندی، نفرت اور تشدد عصرِ حاضر میں عالمی امن کے لیے سنگین خطرات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ مسائل مذہبی، نسلی، سیاسی اور نظریاتی بنیادوں پر مختلف صورتوں میں سامنے آتے ہیں اور معاشروں کے درمیان ہی نہیں بلکہ ایک ہی معاشرے کے مختلف گروہوں میں بھی تقسیم اور تصادم پیدا کرتے ہیں۔ ابراہیمی مذاہب میں موجود عدل، رحم، انسانی جان کے احترام، عفو اور حسنِ سلوک کی مشترک اخلاقی تعلیمات ان رویوں کے مقابلے میں ایک ایسا اخلاقی بیانیہ فراہم کرتی ہیں جو انسانی حرمت اور پرامن تعلقات کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

قرآنِ مجید انسانی جان کی حرمت کو نمایاں کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿مِنۡ أَجۡلِ ذَٰلِكَ كَتَبۡنَا عَلَىٰ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ أَنَّهُۥ مَن قَتَلَ نَفۡسَۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحۡيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا﴾[23]

ترجمہ ": اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کو کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی ایک جان کو بچایا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا۔"

یہ قرآنی تعلیم انسانی جان کی حرمت کو انتہائی مؤثر انداز میں بیان کرتی ہے۔ ایک بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کے خلاف جرم کے مترادف قرار دینا اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ مذہبی، نسلی یا گروہی اختلاف انسانی زندگی کی بنیادی حرمت کو ختم نہیں کرتا۔ اس اصول کی روشنی میں بے گناہ افراد کے خلاف تشدد اور دہشت گردی کے لیے مذہبی جواز پیدا کرنے کی کوشش بنیادی اخلاقی تعلیمات سے متصادم قرار پاتی ہے۔

یہودی مذہبی روایت میں بھی انسانی قتل کی واضح ممانعت موجود ہے:

"You shall not murder."[24]

ترجمہ ": تم قتل نہ کرنا۔"

یہ مختصر مگر بنیادی حکم انسانی زندگی کے تحفظ کو اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ اس تعلیم کی اہمیت اس امر میں ہے کہ انسانی معاشرے میں اختلافات کے باوجود زندگی کی حرمت کو برقرار رکھا جائے اور ذاتی دشمنی، انتقام یا تعصب کو انسانی جان کے خاتمے کا جواز نہ بنایا جائے۔

مسیحی مذہبی روایت میں دشمنی کے مقابلے میں محبت اور خیر خواہی کی تعلیم دی گئی ہے:

"But I tell you, love your enemies and pray for those who persecute you."[25]

ترجمہ": لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت کرو اور جو تمہیں ستاتے ہیں ان کے لیے دعا کرو۔"

یہ تعلیم انتقامی رویے کے مقابلے میں ایک مختلف اخلاقی طرزِ فکر پیش کرتی ہے۔ دشمنی کا جواب مزید دشمنی سے دینے کے بجائے نفرت کے دائرے کو توڑنے اور مخالف کے ساتھ بھی انسانی خیر خواہی کا رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگرچہ عملی تنازعات میں عدل اور حقوق کا تحفظ ضروری رہتا ہے، تاہم یہ اخلاقی رویہ ذاتی اور اجتماعی انتقام کی شدت کو کم کرنے میں معاون ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

»إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ.«[26]

ترجمہ": بے شک نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے خوب صورت بنا دیتی ہے، اور جس چیز سے نرمی نکال دی جائے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔"

یہ نبوی تعلیم انسانی معاملات میں نرمی اور اعتدال کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ انتہاپسندانہ رویے عموماً سخت گیری، عدم برداشت اور مخالف کے مکمل رد سے پیدا ہوتے ہیں، جبکہ رفق انسان کو اختلاف کے باوجود متوازن اور حکیمانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی تربیت دیتا ہے۔

ابراہیمی مذاہب کی مذکورہ تعلیمات کا تقابلی جائزہ واضح کرتا ہے کہ انتہاپسندی اور تشدد کے مقابلے میں انسانی جان کا احترام، نرمی، رحم اور نفرت کے دائرے کو توڑنے کی کوشش ایک اہم مشترک اخلاقی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ قرآنِ مجید بے گناہ انسانی جان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیتا ہے، یہودی روایت قتل کی بنیادی ممانعت پیش کرتی ہے، مسیحی تعلیم دشمنی کے جواب میں بھی خیر خواہی کی اعلیٰ اخلاقی سطح کی دعوت دیتی ہے، جبکہ نبوی تعلیم رفق اور نرمی کو انسانی معاملات کی خوب صورتی قرار دیتی ہے۔ یہ اصول مجموعی طور پر اس تصور کی نفی کرتے ہیں کہ مذہبی وابستگی کو بے گناہ انسانوں کے خلاف نفرت اور تشدد کے جواز کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

2۔ سماجی ہم آہنگی، بین الثقافتی مکالمہ اور عالمی تعاون

عالمی امن کے قیام کے لیے مختلف مذہبی، نسلی اور ثقافتی گروہوں کے درمیان سماجی ہم آہنگی اور تعمیری مکالمہ بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ موجودہ دور میں اقوام اور تہذیبیں باہمی طور پر اس قدر مربوط ہو چکی ہیں کہ تنہائی اور لاتعلقی کی بنیاد پر عالمی مسائل کا حل ممکن نہیں۔ ابراہیمی مذاہب میں باہمی تعارف، پڑوسی سے حسنِ سلوک، خیر کے کاموں میں تعاون اور دوسرے انسانوں کے ساتھ پُرامن تعلقات کی ایسی تعلیمات موجود ہیں جو بین الثقافتی مکالمے اور عالمی تعاون کے لیے مشترک اخلاقی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

قرآنِ مجید انسانی تنوع کو باہمی تعارف کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ﴾[27]

ترجمہ": اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے، یقیناً اللہ خوب جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

یہ قرآنی تعلیم انسانی تنوع کو تصادم اور برتری کی بنیاد بنانے کے بجائے باہمی تعارف سے مربوط کرتی ہے۔ اقوام اور قبائل کا اختلاف انسانی معاشرے کی ایک حقیقت ہے، لیکن اس اختلاف کو نفرت یا نسلی تفاخر کا ذریعہ بنانے کے بجائے ایک دوسرے کو سمجھنے اور مثبت تعلقات قائم کرنے کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ عصرِ حاضر میں یہ اصول بین الثقافتی مکالمے کے لیے خصوصی معنویت رکھتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

قرآنِ مجید نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون کی تعلیم بھی دیتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِ﴾[28]

ترجمہ" :اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو۔"

یہ اصول مشترک انسانی بھلائی کے لیے تعاون کی اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مختلف مذہبی اور ثقافتی برادریاں اپنے اعتقادی اختلافات برقرار رکھتے ہوئے غربت، ناانصافی، انسانی بحرانوں اور سماجی مسائل کے حل جیسے مشترک خیر کے کاموں میں تعاون کر سکتی ہیں۔ اس طرح مذہبی اختلاف مشترک انسانی خدمت کی راہ میں لازمی رکاوٹ نہیں رہتا۔

یہودی مذہبی روایت میں انسانی تعلقات کے حوالے سے ایک معروف اخلاقی اصول یوں بیان کیا گیا ہے:

"What is hateful to you, do not do to your fellow: this is the whole Torah; the rest is the explanation."[29]

ترجمہ" :جو چیز تمہیں اپنے لیے ناپسند ہے، وہ اپنے ساتھی کے ساتھ نہ کرو؛ یہی تورات کا بنیادی اصول ہے، باقی اس کی تشریح ہے۔"

یہ تعلیم، جو ربی ہلیل سے منسوب ہے، باہمی تعلقات میں اخلاقی احساس اور دوسرے انسان کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی اہمیت اجاگر کرتی ہے۔ انسان جب اپنے طرزِ عمل کے اثرات کو دوسرے شخص کے مقام پر کھڑے ہو کر دیکھتا ہے تو باہمی احترام اور سماجی ہم آہنگی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ یہ اصول مختلف ثقافتی اور مذہبی شناخت رکھنے والے افراد کے درمیان بھی مثبت تعلقات کے فروغ میں مددگار ہو سکتا ہے۔

مسیحی مذہبی روایت میں اجتماعی خیر اور باہمی تعاون کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"Let us therefore make every effort to do what leads to peace and to mutual edification."[30]

ترجمہ" :پس ہم ان کاموں کی پوری کوشش کریں جو امن اور ایک دوسرے کی تعمیر و بہتری کا باعث بنتے ہیں۔"

اس تعلیم میں امن کو فعال اجتماعی کوشش کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ معاشرتی ہم آہنگی محض اختلافات سے گریز کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتی، بلکہ ایسے اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے جو لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لائیں، اعتماد پیدا کریں اور مشترک بھلائی کو فروغ دیں۔ اس اعتبار سے امن سازی ایک مسلسل اجتماعی ذمہ داری کی صورت اختیار کرتی ہے۔

ابراہیمی مذاہب کی ان تعلیمات کا موضوعاتی مطالعہ واضح کرتا ہے کہ سماجی ہم آہنگی اور عالمی تعاون کے لیے انسانی تنوع کا مثبت ادراک، باہمی احترام اور مشترک خیر کے لیے عملی تعاون بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اسلامی تعلیم انسانی تنوع کو تعارف سے مربوط کرنے کے ساتھ نیکی میں تعاون کی دعوت دیتی ہے۔ یہودی اخلاقی روایت دوسرے انسان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہ کرنے کی تلقین کرتی ہے جسے انسان خود اپنے لیے ناپسند کرتا ہو، جبکہ مسیحی تعلیم امن اور باہمی تعمیر کے لیے فعال کوشش کی تاکید کرتی ہے۔ ان تمام تصورات میں مشترک عنصر یہ ہے کہ انسان اپنی مذہبی اور ثقافتی شناخت برقرار رکھتے ہوئے بھی دوسروں کے ساتھ مثبت، ذمہ دارانہ اور خیر خواہی پر مبنی تعلقات قائم کر سکتا ہے۔

3۔ عصرِ حاضر کے عالمی چیلنجز کے تناظر میں مشترک اخلاقی اقدار کا عملی نفاذ

عصرِ حاضر میں انسانیت کو ایسے پیچیدہ عالمی چیلنجز کا سامنا ہے جو قومی، مذہبی اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہیں۔ جنگیں، جبری نقل مکانی، غربت، معاشی عدم مساوات، ماحولیاتی بحران، مذہبی منافرت، نسلی امتیاز اور انسانی حقوق کی پامالی ایسے مسائل ہیں جن کا حل کسی ایک قوم یا مذہبی برادری کی کوششوں سے ممکن نہیں۔ ان حالات میں ابراہیمی مذاہب کی مشترک اخلاقی اقدار کو محض نظری مباحث تک محدود رکھنے کے بجائے تعلیم، سماجی پالیسی، انسانی خدمت اور بین المذاہب تعاون کے ذریعے عملی صورت دینا ضروری ہے۔

قرآنِ مجید انسانی معاشرے میں خیر اور اجتماعی اصلاح کی ذمہ داری کو نمایاں کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾[31]

ترجمہ " : اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

یہ قرآنی تعلیم اخلاقی اقدار کو محض انفرادی کردار تک محدود نہیں رکھتی بلکہ اجتماعی سطح پر خیر کے فروغ اور برائی کی روک تھام کی ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے۔ موجودہ عالمی تناظر میں اس اصول کا تقاضا ہے کہ مذہبی برادریاں ظلم، نفرت، امتیاز اور انسانی مصائب کے مقابلے میں مثبت اور تعمیری کردار ادا کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ.«[32]

ترجمہ " : جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ اس کی ضرورت پوری فرماتا ہے، اور جو کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کرے، اللہ اس کے بدلے قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی ایک تکلیف دور فرمائے گا۔"

اس نبوی تعلیم میں انسانی ضرورت پوری کرنے اور مصیبت میں مدد فراہم کرنے کو اعلیٰ اخلاقی عمل قرار دیا گیا ہے۔ اس اصول کی روح انسانی خدمت، سماجی ذمہ داری اور مصیبت زدہ افراد کی معاونت کی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے۔ موجودہ دور میں غربت، جنگ اور قدرتی آفات سے متاثرہ افراد کی امداد کے لیے مذہبی اداروں کی منظم کوششیں اس اخلاقی تصور کی عملی صورت بن سکتی ہیں۔

یہودی مذہبی روایت میں عدل، رحم اور فروتنی کو انسانی زندگی کے بنیادی تقاضوں کے طور پر بیان کیا گیا ہے:

"He has shown you, O mortal, what is good. And what does the Lord require of you? To act justly and to love mercy and to walk humbly with your God."[33]

ترجمہ " : اے انسان! تجھے بتایا جا چکا ہے کہ بھلائی کیا ہے، اور خداوند تجھ سے کیا چاہتا ہے؟ یہ کہ تو انصاف کرے، رحم سے محبت رکھے اور اپنے خدا کے ساتھ فروتنی سے چلے۔"

یہ تعلیم عدل اور رحم کو باہم مربوط کر کے ایک ایسا اخلاقی تصور پیش کرتی ہے جو موجودہ عالمی مسائل کے حل کے لیے خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر معاشی، سیاسی اور سماجی پالیسیوں میں عدل کے ساتھ کمزور اور متاثرہ طبقات کے لیے رحم اور انسانی ہمدردی کو بھی اہمیت دی جائے تو بہت سے سماجی تنازعات کے بنیادی اسباب کو کم کیا جا سکتا ہے۔

مسیحی مذہبی روایت میں انسانی خدمت کو عملی مذہبی ذمہ داری کے طور پر بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"Truly I tell you, whatever you did for one of the least of these brothers and sisters of mine, you did for me."[34]

ترجمہ " : میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں میں سے کسی ایک کے لیے کیا، وہ تم نے میرے لیے کیا۔"

یہ تعلیم معاشرے کے کمزور اور ضرورت مند افراد کی خدمت کو غیر معمولی اخلاقی اہمیت عطا کرتی ہے۔ اس تناظر میں غربت، بھوک، بے گھری اور انسانی بحرانوں سے متاثرہ افراد کی مدد محض فلاحی سرگرمی نہیں رہتی بلکہ ایک بنیادی مذہبی و اخلاقی ذمہ داری کی صورت اختیار کرتی ہے۔

ابراہیمی مذاہب کی ان تعلیمات کا مجموعی جائزہ واضح کرتا ہے کہ مشترک اخلاقی اقدار کی حقیقی افادیت اسی وقت سامنے آ سکتی ہے جب انہیں عملی اداروں، سماجی رویوں اور پالیسی سازی میں جگہ دی جائے۔ عدل، رحم، انسانی خدمت اور اجتماعی خیر جیسے اصول تینوں مذہبی روایات میں مختلف اسالیب کے ساتھ نمایاں ہیں۔ یہ مشترکات عصرِ حاضر کے عالمی مسائل پر مذہبی برادریوں کے درمیان عملی تعاون کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ تاہم اس تعاون کے لیے ضروری ہے کہ مشترک اقدار کی تلاش مذہبی شناختوں اور اعتقادی اختلافات کو مٹانے کی کوشش نہ بنے، بلکہ اختلاف کو تسلیم کرتے ہوئے مشترک انسانی مسائل کے حل کے لیے تعاون کا ذریعہ بنے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

نتائج تحقیق

زیرِ نظر موضوعاتی مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام، یہودیت اور مسیحیت اپنے اعتقادی اور تشریعی امتیازات کے باوجود متعدد بنیادی اخلاقی اقدار میں مشترک پہلو رکھتے ہیں۔ عدل و انصاف، رحم و ہمدردی، عفو و درگزر، صدق و امانت، انسانی وقار، مذہبی رواداری، مصالحت اور امن پسندی جیسی اقدار تینوں ابراہیمی مذاہب کی اخلاقی روایت میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ ان مشترکات کا مقصد مذہبی اختلافات کو ختم کرنا نہیں، بلکہ ان اخلاقی بنیادوں کو سامنے لانا ہے جن پر مختلف مذہبی برادریاں انسانی فلاح اور عالمی امن کے لیے تعاون کر سکتی ہیں۔

مطالعے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عدل پائیدار امن کی بنیادی شرط ہے۔ ایسے معاشرے میں جہاں سیاسی، معاشی، مذہبی یا نسلی ناانصافی موجود ہو، محض ظاہری امن دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا۔ ابراہیمی مذاہب کی تعلیمات عدل کو ذاتی اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر قائم کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ اسی طرح رحم، عفو اور انسانی ہمدردی انتقام اور نفرت کے مسلسل دائرے کو توڑنے میں مدد دیتے ہیں، جبکہ صدق، امانت اور دیانت داری افراد، اداروں اور معاشروں کے درمیان اعتماد کی فضا پیدا کرتی ہیں۔

تحقیق سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ انسانی وقار کا احترام عالمی امن کے لیے بنیادی اخلاقی ضرورت ہے۔ مذہبی، نسلی اور ثقافتی اختلاف کی بنیاد پر کسی انسان یا گروہ کی تحقیر بالآخر امتیاز، نفرت اور تشدد کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے برعکس، انسانی حرمت کا اعتراف مختلف شناخت رکھنے والے افراد کے درمیان مساوی احترام اور پر امن بقائے باہمی کی راہ ہموار کرتا ہے۔

مذہبی رواداری اور بین المذاہب مکالمہ بھی عالمی امن کے قیام میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، بشرطیکہ مکالمے کا مقصد مذہبی امتیازات کو مصنوعی طور پر ختم کرنا نہ ہو۔ حقیقی بین المذاہب مکالمہ مختلف مذہبی شناختوں کے احترام، اختلاف کو تسلیم کرنے اور مشترک انسانی مسائل کے حل کے لیے تعاون پر قائم ہونا چاہیے۔ اسی طرح تنازعات کے حل میں محض وقتی جنگ بندی کے بجائے عدل، مصالحت اور تعلقات کی بحالی کو اہمیت دینا پائیدار امن کے لیے زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔

سفارشات

زیرِ نظر تحقیق کے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1۔ ابراہیمی مذاہب میں موجود عدل، رحم، عفو و درگزر، صدق، امانت، انسانی وقار اور امن پسندی جیسی مشترک اخلاقی اقدار کو تعلیمی اور سماجی سطح پر زیادہ مؤثر انداز میں متعارف کرایا جائے، تاکہ نئی نسل مذہبی اختلاف کے ساتھ مشترک انسانی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ ہو سکے۔

2۔ جامعات اور تحقیقی اداروں میں ابراہیمی مذاہب کی مشترک اخلاقی تعلیمات اور عالمی امن کے باہمی تعلق پر تقابلی اور بین التخصصاتی تحقیقات کو فروغ دیا جائے۔ بالخصوص مذہبی مطالعات، امن و تنازعات کے مطالعات، سماجیات اور بین الاقوامی تعلقات کے تناظر میں اس موضوع پر مزید علمی کام کی ضرورت ہے۔

3۔ بین المذاہب مکالمے کو رسمی تقریبات اور علمی نشستوں تک محدود رکھنے کے بجائے مشترک انسانی مسائل کے حل کے لیے عملی تعاون سے مربوط کیا جائے۔ غربت، تعلیم، صحت، مہاجرین کی معاونت، قدرتی آفات اور انسانی بحرانوں کے شعبوں میں مشترک منصوبے مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان اعتماد سازی کا مؤثر ذریعہ بن سکتے ہیں۔

4۔ مذہبی رہنما اور دینی ادارے اپنی تعلیمات اور خطابات میں انسانی جان کی حرمت، عدل، رحم، رواداری اور پر امن بقائے باہمی کے اصولوں کو نمایاں کریں اور مذہبی نصوص کی ایسی انتہاپسندانہ تعبیرات کی علمی سطح پر اصلاح کریں جو نفرت، تعصب یا بے گناہ انسانوں کے خلاف تشدد کو فروغ دیتی ہوں۔

5۔ تعلیمی نصاب میں مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے بارے میں مستند اور متوازن معلومات شامل کی جائیں، تاکہ طلبہ میں دوسرے مذاہب کے بارے میں غلط فہمیوں اور منفی تصورات کے بجائے علمی تفہیم، احترام انسانیت اور اختلاف کے آداب پیدا ہوں۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ القرآن الکریم، سورۃ النساء، 4:135۔
2۔ کتابِ استثنا، 16:20۔
3۔ انجیل متی، 23:23۔
4۔ القرآن الکریم، سورۃ الشوریٰ، 42:40۔

5. مسلم بن حجاج، *صحیح مسلم*، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث: 2588۔
6. انجیل لوقا، 6:36۔
7. کتابِ احبار، 19:18۔
8. القرآن الکریم، سورۃ النساء، 4:58۔
9. محمد بن اسماعیل بخاری، *صحیح البخاری*، کتاب الأدب، باب قول الله تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾، حدیث: 6094؛ مسلم بن حجاج، *صحیح مسلم*، کتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله، حدیث: 2607۔
10. کتابِ احبار، 19:11۔
11. افسیوں، 4:25۔
12. القرآن الکریم، سورۃ الإسراء، 17:70۔
13. کتابِ پیدائش، 1:27۔
14. انجیل متی، 7:12۔
15. القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، 2:256۔
16. القرآن الکریم، سورۃ الممتحنۃ، 60:8۔
17. کتابِ احبار، 19:34۔
18. انجیل متی، 5:9۔
19. القرآن الکریم، سورۃ الحجرات، 49:9۔
20. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، *سنن أبي داود*، کتاب الأدب، باب في إصلاح ذات البين، حدیث: 4919؛ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، *سنن الترمذي*، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع، حدیث: 2509۔
21. کتابِ زبور، 34:14۔
22. رومیوں، 12:18۔
23. القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ، 5:32۔
24. کتابِ خروج، 20:13۔
25. انجیل متی، 5:44۔
26. مسلم بن حجاج، *صحیح مسلم*، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، حدیث: 2594۔
27. القرآن الکریم، سورۃ الحجرات، 49:13۔
28. القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ، 5:2۔
29. تلمود بابلی، *Shabbat*، 31a۔
30. رومیوں، 14:19۔
31. القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، 3:104۔
32. محمد بن اسماعیل بخاری، *صحیح البخاری*، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، حدیث: 2442؛ مسلم بن حجاج، *صحیح مسلم*، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، حدیث: 2580۔
33. کتابِ میکاہ، 6:8۔
34. انجیل متی، 25:40۔